محی السنۃ امام بغوی کی خدمات سنت

ڈاکٹر محمد سعد صدیقی
ریسرچ آفیسر قائد اعظم لائبریری لاہور

خالق کائنات نے اس انسان کو جب تخلیق کیا تو اس کو تقوی و طہارت اور فسق و فجور دونوں متضاد صلاحتیں عطا فرمائیں۔ اور زندگی گزارنے کیلئے اسے ہدایات ربانی اور تعلیمات نبوی ﷺ کا پابند بنایا تاکہ یہ انسان تقوی و طہارت کی صلاحتیوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک پاکیزہ زندگی گزارے اور اپنے آپ کو نفس و شیطان کے حملوں سے محفوظ رکھے۔ نبی کریم ﷺ اپنی تئیس (۲۳) سالہ نبوی زندگی میں اس کی تربیت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ اپنے اقوال اور اپنی عملی زندگی سے اس انسان کےلئے ایک بہترین لائحہ عمل جاری فرماتے رہے۔ ۲۳ سال کی اس تدریجی تربیت کے بعد زندگی کے آخری مرحلہ میں، اس موقع پر جب کہ نبی کریم ﷺ نے خود اس بات کا اظہار فرمایا کہ آنے والے سال میں جب دوبارہ یہ اجتماع منعقد ہوگا تو میں تمہارے درمیان نہ ہوں گا۔ ایک خطبہ ارشاد فرمایا جو تاریخ و سیرت میں خطبہ حجۃ الوداع کے نام سے معروف ہے۔ اس خطبہ میں پورے نظام اسلامی کی تلخیص آپ نے بیان فرمائی اور مزید اس خطبہ کا عطر اور نچوڑ اس بات میں بیان فرمادیا۔

قد ترکت فیکم امرین ما ان استعصتم به فلن تضلوا ابدا. کتاب الله وسنة نبیه(۱)

(اور میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں کہ تم اسے اگر مضبوطی سے تھامے رہوگے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے، کتاب اللہ اور اس کے نبی ﷺ کی سنت)

خطبہ حجۃ الوداع میں ملنے والی اس ہدایت اور صحبت نبوی ﷺ سے ملنے والی تربیت کی روشنی میں صحابہ کرامؓ نے قرآن کریم اور سنت نبی کریم ﷺ کو مضبوطی سے تھام لیا اور نہ صرف اپنی زندگیاں ان ہدایات و تعلیمات کے مطابق ڈھال لیں، بلکہ ان علوم و احکام کی اشاعت کو اپنا وظیفہ حیاۃ بنایا۔ صحابہ کریمؓ سے یہ علوم نبوی نہ صرف بذریعہ درس وتدریس تابعین میں منتقل ہوئے بلکہ وہ تحریری وثائق جو صحابہ کرامؓ نے مرتب کیے تھے، تابعین نے انہیں حرز جان بنایا اور اس طرح یہ علوم ایک دور سے دوسرے دور میں، ایک نسل سے

دوسری نسل میں اور ایک طبقہ سے دوسرے طبقہ میں بحفاظت منتقل ہوگئے۔ تابعین کے اسی دور میں، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی ہدایت پر جمع و تدوین حدیث کا کام زیادہ سرگرمی کے ساتھ شروع ہوا۔ اس دور میں کبار تابعین نے مختلف ابواب قائم کرکے ان سے متعلق احادیث جمع کیں۔ محدثین کے اس دور میں علم حدیث کی جو خدمت سب سے زیادہ عظمت و وقعت اپنے اندر رکھتی ہے وہ امام مالک رحمہ اللہ کی کتاب "الموطا" ہے جو ۱۳۰ھ سے ۱۴۰ھ کے عشرے میں مرتب ہوئی۔ (۲)

موطا کے بعد مسانید کا دور آیا جس میں ابوداؤد طیالسی سرخیل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ تیسری صدی ہجری میں تدوین حدیث کا کام اپنے عروج و کمال کو پہنچا۔ اسی صدی میں صحاح ستہ مرتب کی گئیں جو آئندہ خدمات حدیث کی بنیاد و اساس بن گئیں۔ جمع و تدوین حدیث کا یہ سلسلہ اس منہج پر چھٹی صدی ہجری میں داخل ہوتا ہے جو ہمارے صاحب تذکرہ کا دور ہے۔

امام بغوی

ابو محمد الحسین بن مسعود البغوی خراسان کے بیغ یا ایک روایت کے مطابق بغشور نامی ایک شہر میں جمادی الاول ۴۳۳ھ/۱۰۴۱ء میں پیدا ہوئے۔ اسی شہر کی جانب نسبت کرتے ہوئے آپ کو بغوی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ بغشور نامی یہ شہر خراسان میں ہرات مرو الروذ کے درمیان واقع ہے۔ ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بن عبد العزیز بغوی، م ۳۱۷ھ/۹۲۹ء، ابوالاحوص محمد بن حیان البغوی م ۲۲۷ھ/۸۴۱ء جیسی علماء اس بستی کے خمیر سے اٹھے۔ ابوالاحوص امام احمد بن حنبل کے استاد ہیں۔ ابو محمد الحسین بن مسعود بھی اسی بستی سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کے بھائی الحسن بن مسعود م ۵۲۹ھ/۱۱۳۴ء بھی اہل علم میں شمار ہوتے ہیں۔ (۳)

امام بغوی جس خاندان کے چشم و چراغ تھے اور جس مردم خیز زمین سے تعلق رکھتے تھے اس کا فطری اور جبلی تقاضا تھا، آپ بچپن ہی سے حصول علم کا ذوق و شوق اپنے اندر رکھتے تھے۔ اسی شوق وجذبہ میں آپ حصول علم کی خاطر اپنے وطن سے "مروالروذ" آگئے اور اکثر عمر وہیں پہلے حصول علم میں اور پھر اشاعت علم میں گزاردی۔ عام طور پر تذکرہ نگار بغوی کے کسی اور سفر علمی کا ذکر نہیں کرتے۔ البتہ بردی نے النجوم الزاهرة میں صرف اس قدر

لکھا ہے:۔

"رحل الی البلاد وسمع کثیراً"

(متعدد شہروں کا سفر کیا اور بہت سے علماء سے سماع حدیث کیا)

لیکن ان شہروں کا نام نہیں لکھا۔ یاقوت نے مرو کے ساتھ بنجدہ (بنج دہ) کے سفر کا بھی ذکر کیا ہے)(۴)

آپ نے احمد بن ابی نصر الکسوفانی، احمد بن عبدالرحمن الکستانی، احمد بن عبد الرزاق الصالحی، احمد بن عبد الملک بن علی بن احمد ابوصالح نیشاپوری م ۴۷۰ھ/۱۰۷۷ء، احمد بن محمد بن العباس الخطیب الحمیدی، احمد بن محمد بن اشرکی، اسماعیل بن عبد القاہر، حسان بن سعید ابوعلی لمنیعی المروزی، ۴۶۳ھ/۱۰۷۰ء کے علاوہ قاضی الحسین بن محمد بن احمد ابوعلی المروزی جیسے کبار محدثین وفقہاء سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ قاضی حسین بن محمد سے آپ نے حدیث وفقہ میں کسب فیض کیا۔ تذکرہ نگاروں نے آپ کے ۳۷ اساتذہ کے نام لکھے ہیں اور یہ تمام حضرات اپنے وقت کے عظیم محدث و مفسر اور فقیہ و مجتہد تھے۔ (۵)

اجل اساتذہ سے اس کسب فیض کی بنا پر آپ علم تفسیر، قرأت، فقہ اور حدیث پر یکساں عبور رکھتے تھے۔ فقہی اعتبار سے آپ فقہ شافعی پر عمل کرتے تھے۔ حصول علم کے بعد آپ نے اس فیض کو عام کرنا شروع کیا۔ تو ایک کثیر جماعت نے آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا اور اسی شرف کی بنا پر حدیث و تفسیر اور فقہ و کلام میں امتیازی مقام و مرتبہ حاصل کیا۔ تلامذہ کی اس صف میں آپ کے اپنے بھائی الحسن بن مسعود البغوی، عبد الرحمن بن محمد السرخسی م ۵۵۵ھ/۱۱۶۰ء، امام رازی کے والد گرامی عمر بن الحسن بن الحسین الرازی، ابو الفتوح محمد بن محمد بن علی السطائی فقیہ و محدث م ۵۵۵ھ/۱۱۶۰ء اور دیگر کبار محدثین وفقہاء شامل ہیں (۶)

تالیفات بغوی

امام بغوی نے محدثین و مفسرین کی جس جماعت سعیدہ سے کسب فیض کیا، متنوع علوم وفنون میں جس طرح مہارت حاصل کی، اس کو تذکرہ نگاروں نے تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ علامہ سیوطی جو جرح و تعدیل میں ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں اور کسی محدث و مفسر کے متعلق

ان کی رائے ارباب علم میں عظمت واہمیت رکھتی ہے بغوی کے متعلق لکھتے تھے۔
"کان اماماً فی التفسیر،اماماً فی الحدیث،اماماً فی الفقه"(۷)
(آپ حدیث، تفسیر، اور فقہ میں امام کی حیثیت رکھتے ہیں)
آپ نے علم تفسیر،حدیث اور فقہ پر مختلف کتب تالیف کی ہیں جن کا مختصر تعارف یہاں پیش کیاجائے گا۔ دو کتب کا تعارف مفصل اوراق آئندہ میں تحریر کیاجائے گا۔

(۱)۔ اربعون حدیثاً۔ اس کتاب کا ذکر علامہ ذھبی نے کیا ہے۔(۸)
(۲)۔ الانوار فی شمائل النبی المختار۔ اس کتب کا ذکر حاجی خلیفہ نے کیا ہے۔
(۳)۔ ترجمه الاحکام فی الفروع۔ فقہ شافعی پر فارسی میں کتاب۔
(۴)۔ التهذیب فی فقه ۔ فقہ شافعی کی بنیادی کتب میں سے ہے۔
(۵)۔ الجمع بین الصحیحین۔
(۶)۔ شرح جامع ترمذی۔ اس کا مخطوطہ مدینہ منورہ میں موجود ہے۔
(۷)۔ شرح السنه ۔ اس کا مفصل تعارف آئندہ اوراق میں نذر قارئین کیاجائے گا۔
(۸)۔ فتاوی البغوی۔ اپنے فتاوی پر مشتمل ایک نسخہ ہے۔
(۹)۔ فتاوی مروی الروذی۔ یہ آپ کے استاد قاضی حسین کے فتاوی کا مجموعہ ہے۔ جنہیں بغوی نے جمع کیا۔
(۱۰)۔ الکافیه فی القراة
(۱۱)۔ الکافیہ فی الفروع۔ اس کتاب کو صرف حاجی خلیفہ نے ذکر کیا ہے۔ یہ فقہ شافعی کی ایک مختصر کتاب ہے۔
(۱۲)۔ المدخل الی مصابیح السبنة
(۱۳)۔ مصابیح السنه. اس کتاب کا تفصیلی تعارف آئندہ سطور میں ملاحظہ فرمائیں۔
(۱۴)۔ معالم التنزیل۔ تفسیر بالماثور ہے۔ آیات سے متعلق احادیث واحکام سے مزین ہے۔
(۱۵)۔ معجم الشیوخ . شیوخ اور ان کی مرویات پر مشتمل کتاب ہے۔(۹)

وفات

علم ودانش کے اس چراغ نے ایک عرصہ علوم ومعرفت کے انوار بکھیرے ۵۱۶ھ/دسمبر ۱۱۲۲ء میں مروالروذ میں وفات پائی اور اپنے شیخ قاضی حسین کے پہلو میں سپرد خاک کئے گئے(۱۰)۔

آپ علم و آگہی کے ساتھ زھد و تقوی اور سادگی کی ایک عملی تصویر تھے۔ لباس بھی سادہ پہننے اور کھانے میں بھی سادہ غذا استعمال کرتے۔ ہمیشہ درس حدیث باوضو دیا کرتے اور تصنیف و تالیف میں بھی اس کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ آپ کے ورع زھدو اتقاء اور سادگی و توکل کا ذکر ہر تذکرہ نگار نے بڑی اہمیت کے ساتھ کیا ہے۔ غرضیکہ جس طرح آپ کی کتب علوم اسلاف کا مجموعہ ہیں، آپ کی ذات سیرت اسلاف کا ایک نمونہ تھی۔

مصابیح السنہ

امام بغوی، جیسا کہ ان کے سوانحی خاکہ سے ظاہر ہوا، اس دور سے تعلق رکھتے ہیں کہ جب کہ علم حدیث کی بنیادی کتب منصہ ظہور پر آچکی تھیں اور تدوین حدیث کا کام اپنے عروج وکمال کو پہنچ چکا تھا۔ صحاح ستہ وہ شمس و قمر ہیں کہ جن سے آسمان حدیث کے لاکھوں نجوم و کواکب اپنی روشنی کو برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ امام بغوی نے بھی اپنی کتاب کی بنا انہی صحاح ستہ پر رکھی

مصابیح کی نسبت امام بغوی کی طرف:

امام بغوی نے جو مجموعہ حدیث مرتب کیا، از خود اس کا نام مصابیح السنہ تجویز نہیں کیا تھا۔ بلکہ یہ نام بعد میں ان کے تلامذہ نے تجویز کیا جو ان کے مقدمہ کی ایک عبارت سے ماخوذ ہے جس میں انہوں نے ان احادیث مبارکہ کو مصابیح الدجی کے لقب سے یاد کیا ہے۔ اسی بنا پر محققین، مؤرخین، ائمہ اسماء الرجال اور محدثین کی تصریحات میں مصابیح السنہ کی نسبت امام بغوی کی جانب بیان کرنے میں خصوصی اہمیت نظر آتی ہے۔

ابن خلکان م ۶۸۱ھ/۱۲۸۲ء نے وفیات الاعیان میں(۱۱)ابن کثیر م ۷۳۲ھ/۱۳۳۱ء نے المختصر فی اخبار البشر میں(۱۲)خطیب تبریزی(صاحب

مشکواة)م ۷۳۷ھ/۱۳۳۶ء نے مشکواة میں (۱۳) ذھبی م ۷۴۸ھ/۱۳۴۷ء نے سیر اعلام النبلاء اور تذکرة الحفاظ میں (۱۴) صفدی م ۷۶۴ھ/۱۳۶۲ء نے الوافی بالوفیات میں (۱۵) تاج السبکی م ۷۷۱ھ/۱۳۶۹ء نے طبقات الشافعیہ الکبری میں (۱۶) ابن کثیر نے البدایة النہایہ میں (۱۷) سیوطی م ۹۱۱ھ/۱۵۰۵ء نے طبقات الحفاظ اور طبقات المفسرین میں (۱۸) حاجی خلیفہ م ۱۰۶۸ھ/۱۶۵۷ء نے کشف الظنون میں (۱۹) میں اور اس کے علاوہ دسویں، گیارہویں اور تیرہویں صدی کے تمام تذکرہ نگاروں نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ مصابیح السنہ امام بغوی کی تالیف ہے بلکہ بعض تذکرہ نگاروں نے امام بغوی کی وجہ شہرت اسی کتاب مصابیح السنہ کو قرار دیا ہے۔ البتہ اس کے نام میں محدثین کا اختلاف ہے۔ ان مختلف اقوال میں اس کتاب کے حسب ذیل نام نقل کئے گئے ہیں:

المصابيح	المصابيح فى الحديث
المصابيح فى الصحاح والحسان	مصابيح الدجى
مصابيح السنن	مصابيح السنة

اس اختلاف کا سبب یہ ہے کہ فاضل مؤلف نے بذات خود اس کا نام متعین نہیں کیا بلکہ ان کے تلامذہ نے ان کی ایک عبارت سے جس کی تفصیل سطور گزشتہ میں نقل کی جاچکی ،اخذ کیا ہے۔ ان اقوال میں مصابیح السنۃ کو متاخرین نے راجح قرار دیا ہے اور اس وقت یہ کتاب اسی نام سے معروف ہے۔

کتب حدیث کی اقسام

تحریر و جمع حدیث کا سلسلہ تو نبی کریم ﷺ کی حیاة مبارکہ میں ہی شروع ہوچکا تھا، لیکن ان میں ترتیب وتالیف اور مجموعات کی نوعیتوں کا فرق بعد میں شروع ہوا۔ چنانچہ جمع و تالیف حدیث کے سلسلہ میں حدیث کے مختلف النوع مجموعے مرتب کئے گئے جن میں بعض نے حدیث کے متفرقات کو جمع کیا، بعض نے مشکلات کو واضح کیا۔ بعض محدثین نے غیر مرتب روایات کو ترتیب دیا جب کہ بعض مؤلفین نے ایسی فہارس مرتب کیں کہ جن سے مراجعت کرکے قاری، حدیث سے آسانی اور سرعت کے ساتھ استفادہ کرسکے۔ حدیث کے مجموعات پر مرتب شدہ یہ کتب، تدوین و تحریر اور ضبط و تحقیق کے اعلی معیار پر تیار کی

گئی ہیں اور قرآن کریم کے بعد ان کی توثیق و صحت اور ان کی استنادی حیثیت نہ صرف اہل اسلام کے نزدیک مسلم ہے بلکہ تمام ادیان ومذاہب کے اہل علم وفن ان کی اس حیثیت کو تسلیم کرتےہیں۔ ان مجموعوں میں سے بعض مشہور انواع حسب ذیل ہیں:

الف) الجوامع:- جامع کی جمع ہے، جامع ہر وہ کتاب ہے جو حسب ذیل آٹھ بحثوں پر مشتمل ہو۔

۱- عقائد ۲- عبادات ۳- معاملات
۴ سیرۃ ۵ مناقب ۶- رقاق
۷- فتن واحوال قیامت ۸- تفسیر

مثلاً امام بخاری کی الجامع الصحیح

(ب) المسانید: مسند کی جمع ہے۔ مسند ہر وہ کتاب جس میں ہر صحابی کی مرویات متعلقہ موضوع سے قطع نظر کرتےہوئے علیحدہ علیحدہ نقل کی جائیں مثلاً مسند امام احمد بن حنبل

(ج) السنن: حدیث کی وہ کتب جو فقہی ابواب ومسائل پر مرتب ہوں اور فقہاء امت کیلئے احکام کے استنباط میں بنیادی مصدر کی حیثیت رکھتی ہوں۔ اس نوع میں جوامع کی طرح عقائد، سیرۃ اور مناقب سے بحث نہیں کی جاتی۔ مثلاً ابوداؤد کی کتاب السنن۔

(د) المعاجم: معجم ہر وہ مجموعہ حدیث ہے جسے مؤلف نے اپنے شیوخ کے ناموں کے لحاظ سے حروف تہجی پر مرتب کیاہو۔ مثلاً طبرانی کی معجم کبیر۔

(ھ) العلل: وہ کتاب جو معلول، روایات اور ان میں پائی جانے والی علت کے بیان پر مشتمل ہو مثلاً ابن ابی حاتم کی کتاب العلل۔

(و) الاجزاء: رواۃ حدیث میں سے کسی ایک راوی کی احادیث یا کسی ایک مسئلہ پر احادیث کو جمع کیا گیاہو۔ مثلاً بخاری کی جزء رفع یدین فی الصلواۃ

(ذ) الاطراف: ہر وہ کتاب جس میں مؤلف حدیث کے ایسے حصہ کو نقل کرے جو بقیہ عبارت حدیث پر دلالت کرتاہو، مثلاً امام مزی کی الاشراف بمعرفۃ الاطراف۔

(ح) المستدرکات: مستدرک ہر اس کتاب کو کہا جاتا ہے جس میں ایسی احادیث نقل کی جائیں جو صحاح ستہ کے مصنفین میں کسی کی شرط پر پوری اترتی تھیں لیکن کسی وجہ سے انہوں نے اپنی کتاب میں اسے روایت نہیں کیا۔ مثلاً ابو عبداللہ حاکم کی المستدرک علی الصحیحین۔

(ط) المستخرج: مستخرج ہر وہ کتاب ہے جس میں مؤلف کسی کتاب کی احادیث کو اپنی سند سے اصل کتاب کے اسلوب کے علاوہ کسی اسلوب سے نقل کرے۔ مثلاً ابو نعیم الاصبہانی کی "المستخرج علی الصحیحین" (۲۰)

امام بغوی کی مصابیح السنہ مستخرج ہے کہ جس میں صحاح ستہ میں منقول احادیث کو اپنی سند سے نقل کیا گیا ہے اور بعض مقامات پر صرف صحابی کے نام سے حدیث منقول ہے۔

زمانہ وسبب تالیف

امام بغوی کا دور حیات ۴۳۳ھ/۱۰۴۱ء تا ۵۱۶ھ/۱۱۲۲ء ۸۱ برس پر مشتمل ہے، آپ نے مرو میں تعلیم حاصل کی۔ کتاب کی عبارات، اس کے مقدمہ یا اختتامیہ سے صراحتاً کتاب کی تالیف کا زمانہ متعین نہیں ہوتا البتہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مؤلف نے یہ کتاب اپنی زندگی کے آخری حصہ میں تحریر کی ہے اور اس سے قبل وہ شرح السنہ کی تالیف سے فارغ ہو چکے تھے۔ اس طرح اس قدر تعیین ضرور کی جاسکتی ہے کہ یہ کتاب پانچویں صدی کے آواخر اور چھٹی صدی کے اوائل میں تالیف کی گئی۔ اس زمانہ میں امت مسلمہ شدید اختلافات اور نزاعات کا شکار تھ۔ ابن کثیر کے مطابق ۴۸۱ھ/۱۰۸۸ء میں بغداد میں روافض اور اہل سنت کے درمیان ایک جنگ ہوئی اور اسی جنگ سے مصائب کا سلسلہ شروع ہوا۔ (۲۱) ۴۸۲ھ/۱۰۸۹ء میں بھی اہل سنت اور راوافض کے درمیان عظیم معرکے برپا ہوئے اور ان معرکوں میں دو سو آدمی مارے گئے۔ اہل کرخ نے صحابہؓ اور نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخیوں کا ارتکاب کیا (۲۲)

جمادی الاول ۴۸۳ھ/۱۰۹۰ء میں بلیا نامی ایک نجومی نمودار ہوا اور اپنے فن سے

لوگوں کے اندر توھم پرستی اور گمراہی پیدا کرنی شروع کردی اور لوگوں کو علم و عمل سے دور رکھنے کیلئے بصرہ کے بہت سے کتب خانوں کو آگ لگادی(۲۳) ۴۸۴ھ/۱۰۹۱ء میں اسی شخص نے اہل واسط کے نام ایک خط میں مہدی ہونے کا دعوی کیا اور انہیں اپنی اطاعت کا حکم دیا۔ انہی حالات میں ۴۹۰ھ/۱۰۹۶ء میں سلطان برکیارق نے اپنے چچا ارسلان ارغون کو قتل کر کے خراسان پر قبضہ کرلیا اور خراسان پر خوارزمی حکومت کا آغاز ہوا(۲۴)

امت مسلمہ کے یہ حالات اس بات کی نشان دہی کر رہے ہیں کہ امت شدید اختلافات اور انتشار کا شکار تھی، علم کی بجائے جہالت اور توہم پرستی کی اشاعت ہورہی تھی اور لوگ نبی کریم ﷺ کی سنتوں اور صحابہ کرامؓ کے طریقوں کو چھوڑتے چلے جارہے تھے۔ ان حالات میں ضرورت اس بات کی محسوس ہورہی تھی کہ نبی کریم ﷺ کے اقوال وافعال کا ایسا مجموعہ تیار کیاجائے جو اپنی جامعیت و اختصار میں ممتاز مقام رکھتا ہو اور اسے ایسی فقہی ترتیب سے مرتب کیا جائے کہ وہ احکام کے ثبوت کے لئے ایک محکم دلیل کے طور پر سامنے آئے۔

امام بغوی نے اس ضرورت کو محسوس کیا اور نبی کریم ﷺ کے اقوال و افعال کا یہ مجموعہ مرتب کیا جو عقائد وایمانیات، عبادات و معاملات، معاشی ومعاشرت ہر شعبہ زندگی سے متعلق مدلل احکام اور محکم طریقہ زندگی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

احادیث کی تعداد

کل احادیث: حاجی خلیفہ کے مطابق کل تعداد ۴۷۱۹ ہے۔ کشف الظنون کے حاشیہ میں تعداد ۴۴۸۴ درج ہے۔ حاجی خلیفہ نے قول اول کو ترجیح دی ہے۔ خلیفہ کے مطابق بخاری سے ۳۲۵ مسلم سے ۸۷۵، متفق علیہ احادیث ۱۰۵۰ اور دیگر کتب سے ۳۶۶۹ حدیثیں نقل کی گئی ہیں(۲۵) جبکہ مصابیح السنہ کے محقق نسخہ میں جو چار جلدوں پر مشتمل ہے آخری حدیث کا نمبر ۴۹۳۱ درج ہے(۲۶) معلوم ہوا ہے کہ قول راجح کے مطابق ۲۱۲ احادیث اور قول ثانی کے اعتبار سے ۴۳۵ احادیث مکرر ہیں۔ صاحب مشکواۃ نے مشکواۃ میں ۶۲۸۵ احادیث تخریج کی ہیں۔(۲۷) جبکہ مشکواۃ میں مصابیح کی احادیث میں ۱۵۱۱ احادیث کا اضافہ کیا گیا ہے(۲۸) اس تعداد کے مطابق مصابیح کی احادیث کی تعداد ۴۷۷۴ ہوجاتی ہے۔ کیمس سرکسی کے نزدیک بھی احادیث کی تعداد وہی ہے جو صاحب

کشف الظنون نے بیان کی ہے(۲۹)ملا علی قاری نے مرقات میں مصابیح کی احادیث کی تعداد ۴۴۳۴ بیان کی ہے(۳۰)۔ان اقوال میں موازنہ کے بعد صاحب کشف الظنون کا قول راجح معلوم ہوتا ہے جس کے مطابق ۲۱۲ احادیث مکرر ہیں۔

خصوصیات کتاب

سنت نبوی ﷺ کی اشاعت کا جو فریضہ نبی کریم ﷺ خطبہ حجۃ الوداع میں امت کے سپرد کر گئے تھے، علماء امت نے اس ذمہ داری کو بکمال ادا کیا اور مختلف انواع کے مجموعہائے احادیث تالیف کیے گئے۔

۱۔ صحاح ستہ کی تالیف کے بعد زیادہ تر مجموعات کا دارومدار انہی کتب پر رہا ہے۔لیکن ان کی بھی مختلف انواع ہیں جن کو حسب ذیل الفاظ میں بیان کیا جا سکتا ہے۔

(الف) پانچویں صدی ھجری کی ابتداء میں ابو مسعود ابراہیم بن محمد دمشقی م ۴۰۱ھ/۱۰۱۰ء اور ابو عبداللہ محمد بن ابی نصر الحمیدی م ۴۸۴ھ/۱۰۹۱ء نے بخاری و مسلم کی احادیث کو ترتیب ابواب فقیہہ کی بجائے ترتیب اسانید پر مرتب کیا۔

(ب) ابوالحسن رزین زید بن معاویہ اندلسی م ۵۳۵ھ/۱۱۴۰ء نے تین کتابوں یعنی موطا امام مالک اور بخاری و مسلم کو صحاح میں شمار کر کے ان کے اور ائمہ سنن اربعہ کے اصول پر ایک کتاب مرتب کی جس کا نام تجرید الصحاح والسنن ہے۔

(ج) مجموعہائے احادیث مرتب کرنے والوں کی ایک نوع وہ ہے کہ جنہوں نے آداب و اخلاق اور ترغیب و ترھیب پر احادیث کا مجموعہ تیار کیا، اس جماعت کے سر خیل اسماعیل بن محمد الاصبہانی م ۵۳۵ھ/۱۱۴۰ء اور الحافظ عبد العظیم المنذری م ۶۵۶ھ/۱۲۵۸ء ہیں۔

(د) بعض محدثین نے نبی کریم ﷺ کے اقوال کے اوائل کلمات اور حروف متشابہات کے اعتبار سے احادیث نبوی کو جمع کرنے کا فریضہ سرانجام دیا اس جماعت میں ابو عبداللہ محمد بن سلامہ القضاعی الشافعی م ۴۵۴ھ/۱۰۶۲ء مؤلف شہاب الاخبار فی الحکم والاداب، النجم من کلام سید العرب والعجم کے مؤلف ابو العباس احمد بن محمد الاقلیشی م ۵۵۰ھ/۱۱۵۵ء اور مشارق الانوار کے مؤلف علامہ حسن بن محمد صغانی لاہوری

م ۶۵۰ھ/۱۲۵۲ء قابل ذکر ہیں۔

(ھ) محدثین کی ایک جماعت اخلاق وصفات پر احادیث کا مجموعہ مرتب کرنے کی جانب متوجہ ہوئی۔اس جماعت میں ریاض الصالحین کے مؤلف محی الدین ابوزکریا یحی بن شرف النووی م ۶۷۶ھ/۱۲۷۷ء کو امتیازی حیثیت حاصل ہے۔

(ط) حدیث کی ایک نوع کے مطابق مختلف اقسام کی کتب تالیف کرنے والوں میں ایک جماعت وہ ہے جس نے احادیث احکام کو جمع کرنے کی سعادت حاصل کی۔اس جماعت میں علامہ عبد الحق بن عبد الرحمن الازدی مالکی م ۵۸۱ھ/ جو ابن الخراط کے نام سے معروف ہیں الاحکام الصغری تالیف کر کے، شیخ تقی الدین عبد الغنی بن عبد الواحد المقدسی م ۶۰۰ھ/۱۲۰۳ء نے اور شیخ عبدالسلام بن عبد اللہ الحرانی م ۷۷۱ھ/۱۳۶۹ء نے المنتقی من الاحکام الشریعہ من کلام خیر البریۃ تالیف کر کے ایک امتیازی مقام حاصل کیا۔

(ی) زمانہ واوقات کی ترتیب پر حدیث کا مجموعہ تیار کرنے کی سعادت امام نووی نے الاذکار المنتخبہ من کلام سید الابرار تالیف کر کے حاصل کی۔

(ح) آسمان حدیث کے نجوم و کواکب میں ایک گروہ وہ بھی ہے جس نے عقائد،احکام، سیر، آداب، فتن، اشراط، قیامت اور مناقب کے عنوانات پر مختلف ابواب قائم کئے اور احادیث جمع کیں۔ اس گروہ میں مصابیح السنہ کے مؤلف امام بغوی ایک روشن ستارہ کی طرح ممتاز مقام رکھتے ہیں۔

غرضیکہ یہ نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ کا اعجاز ہے کہ جس قدر انواع آپ کی سنن کی ترتیب کی پائی جاتی ہیں، دنیا کا کوئی علم وفن اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز وقاصر ہے اور اس طرح رب ذوالجلال کے اس ارشاد "ورفعنالک ذکرک" کی ایک ایسی دائمی، عملی اور ظاہر و بین تفسیر ہے کہ کوئی بینا آنکھ اس کا انکار کرسکتی ہے نہ ہی کوئی عقل حجت کرسکتی ہے سوائے اس کے کہ جس کی آنکھ پر بھی بھاری پردہ پڑا ہوا ہو اور قلب بھی زنگ آلود ہو۔ حدیث کے ان مجموعات میں امام بغوی کی کتاب مصابیح کے مقام اور اس کی خصوصیات پر سطور آئندہ میں بحث کی جائے گی۔

(۲) امام بغوی کی یہ کتاب بولاق ۱۲۹۴ھ اور قاہرہ میں ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء میں طبع ہوئی تھی۔قاہرہ کا مطبوعہ نسخہ موطا امام مالک کے حاشیہ پر ہے۔

حال میں دارالمعرفہ بیروت سے ڈاکٹر یوسف عبد الرحمن المرعشی، محمد سلیم ابراہیم سمارہ اور جمال حمری الذھبی کی تدوین و تحقیق کے ساتھ۱۹۸۷ء میں شائع ہوئی ہے(اس تدوین و تحقیق پر تبصرہ آئندہ سطور میں کیاجائے گا) تیرھویں صدی کے اواخر تک یہ کتاب مخطوط کی شکل میں دنیا کے مختلف کتب خانوں می موجود تھی۔ بروکلمان نے تاریخ الادب العربی میں اس کے ۳۹ نسخہائے خطی کا انکشاف کیا ہے۔جبکہ ڈاکٹر صلاح الدین المنجد نے اپنی کتاب معجم ماالف عن رسول اللہ ﷺ میں اور قاہرہ کے مجلہ "معہد المخطوطات العربیہ"میں، خزانہ طلسیہ میں ایک نسخہ کی مزید اطلاع دی ہے۔(۳۱)

(۳) عقائدواحکام،سیر و آداب اور فتن واشراط پر مشتمل یہ کتاب ہر شعبہ زندگی میں احکام شریعت اور سنّت نبوی ﷺ کی مدلل وضاحت کرتی ہے اور ایک ایسے شخص یا ایسی جماعت کیلئے ایک مؤثر و مفید کتاب کی حیثیت رکھتی ہے جواپنی زندگی احکام الٰہی اور سنت نبوی کی اتباع میں گزارنا چاہتاہو۔چنانچہ خود فاضل مؤلف فرماتےہیں:

"ھن مصابیح الدجی خرجت عن مشکوۃ التقوی مما اور دھاالائمۃ فی کتبھم جمعتھا لمنقطعین الی العبادۃ لتکون لھم بعد کتاب اللہ حظاً من السنن"(۳۲)

(یہ روشن چراغ جنہیں میں نے طاق تقوی سے حاصل کیا، ان انوار پر مشتمل ہے جنہیں ائمہ نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے، میں نے ان کو ان لوگوں کیلئے تالیف کیا ہے جواپنے آپ کوعبادت کیلئے وقف کرنا چاہتے ہیں تاکہ طریقہ زندگی کی تعیین کےلئے کتاب اللہ کے بعد انہیں سنت رسول سے بھی حصہ مل جائے)

(۴) فاضل مؤلف نے جس مقصد کے حصول کیلئے کتاب تالیف کی ہے، اس کا بڑی حد تک لحاظ رکھا گیاہے اور یہ کتاب مجموعات حدیث میں سب سے نمایاں وممتاز مقام رکھتی ہے۔ ابو حفص عمر بن علی بن عمر القزوینی م ۷۵۰ھ/۱۳۴۹ء نے اس کتاب کی ۱۸ احادیث کے متعلق موضوع ہونے کا دعوی کیا۔ ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ/۱۴۴۸ء نے ۸۱۵ھ/۱۴۱۲ء میں اس کا مفصل جواب دیا اور موضوع قرار دی جانے والی تمام احادیث میں سے ہر ایک کا ماخذ نقل کیا ہے۔ اور اگروہ حدیث صحیحین کے علاوہ تخریج کی گئی ہے تو اس کی سند پر بھی اختصار کے ساتھ بحث کی گئی ہے۔ قزوینی کا یہ خط اور ابن حجر کا جواب مدون کتاب کی ابتداء میں موجود ہے۔

(۵) کتاب میں موجود تمام احادیث کی بنیاد واساس صحاح ستہ ہیں البتہ حوالہ ہر مقام پر موجود نہیں ہے۔ صرف حصص کے ذریعہ سے بخاری و مسلم اور سنن اربعہ کی احادیث کو علیحدہ کر دیا گیا ہے۔

(۶) کتاب میں حدیث کی مکمل سند درج نہیں ہے اور اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فاضل مؤلف لکھتے ہیں۔

"وترکت ذکر اسانیدھا. حذراً من الاطالة علیهم واعتماداً علی نقل الائمه"(۳۴)

(اور میں نے اس میں طوالت سے بچنے کیلئے ائمہ کے نقل پر اظہار اعتماد کرتے ہوئے سند کا ذکر نہیں کیا)

البتہ ایسی بعض روایات میں صحابی کا نام ذکر کیا گیا ہے جہاں اس حدیث کو دوسرے صحابی کی نقل کردہ حدیث سے ممتاز کرنا مقصود تھا۔ البتہ الفاظ حدیث کے نقل کرنے میں مؤلف سے کہیں تساہل ہوا ہے اور کسی دوسرے راوی کے شامل کردہ الفاظ کو بھی بغوی نے حدیث کا حصہ بنا کر پیش کیا ہے۔ مثلاً کتاب العلم میں ابو ھریرہؓ نے ایک حدیث نقل کی جس کا متن اس طرح ہے:

"من افتی بغیر علم کان اثمه علی من افتاه، ومن اشارعلی اخیه بامر یعلم ان الرشد فی غیره فقد خانه(۳۵)

اس حدیث کو ابن ماجہ، دارمی اور ابوداؤد نے نقل کیا ہے، اوال الذکر دو نے حدیث کے صرف پہلے حصہ کو نقل کیا ہے اور من اشار سے اخیر تک حصہ نقل نہیں کیا(۳۶)

امام ابوداؤد نے اس حدیث کو دو سندوں سے نقل کیا ہے اور دونوں کا مدار ابو ھریرہؓ ہیں اور یہ صراحت کی ہے کہ "ومن اشار" کے الفاظ سلیمان مہدی کے الفاظ ہیں۔

جبکہ امام بغوی نے مکمل متن کو ابوہریرہؓ سے منسوب کیا ہے۔

(۷) تالیفات علم حدیث کی انواع کے بیان میں تخریجات کی تعریف میں بیان کیا گیا ہے کہ حدیث سند ومتن کے اعتبار سے مؤلف ثانی سے منسوب کی جاتی ہے اور اس طرح اصل مؤلف (ائمہ صحاح ستہ میں سے ایک) اور تخریج کے مؤلف کے الفاظ حدیث مختلف ہوسکتے ہیں۔ اسی طرح امام بغوی نے مصابیح میں جو احادیث تخریج کی ہیں وہ اپنی سند وعبارت کے ساتھ نقل کی ہیں اور ان کی مکمل سند شرح السنۃ میں ذکر کی ہے۔ (اسناد پر بحث شرح السنہ

کے تعارف کے ذیل میں آئے گی) البتہ جن الفاظ کے متعلق ائمہ صحاح ستہ میں کسی کی تصریح ہو کہ وہ نبی کریم ﷺ کے الفاظ نہیں، ان کو حدیث کے طور پر پیش کرنا اس زمرے میں نہیں آتا۔

(۸) کتاب کے ہر باب کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے حصہ اول کا نام "صحاح" رکھا گیا ہے اور دوسرے حصہ کو "حسان" کا عنوان دیا گیا ہے۔ امام بغوی نے صحاح (صحیح احادیث)، حسان (حسن احادیث) کے مفہوم میں تفرد اختیار کیا ہے۔ امام بغوی کے مطابق صحاح سے مراد وہ تمام روایات جو امام بخاری و مسلم نے نقل کی ہیں جب کہ حسان سے مراد وہ احادیث ہیں جو امام ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے نقل کی ہیں۔ ائمہ اصول حدیث نے بغوی کی اس اصطلاح پر اعتراض کیا ہے چنانچہ ابن الصلاح م ۶۴۳ھ/۱۲۴۵ء لکھتے ہیں:

"ماصاراليه صاحب المصابيح رحمه الله. من تقسيم احاديثة الى نوعين الصحاح ،والحسان مريد ابالصحاح ماورد فى احد الصحيحن اوفيهما ،وبالحسان ما اورده ،ابوداؤد والترمذى واشباهمافى تصانيفهم،وهذا اصطلاح لا يعرف،وليس الحسن عند اهل الحديث عبارة عن ذالک وهذه الكتب تشتمل على حسن وغيره حسن" (۳۷)

(صاحب مصابیح نے جو حدیث کو دو اقسام صحاح اور حسان میں تقسیم کر کے اور صحاح سے بخاری و مسلم کی نقل کردہ روایات اور حسان سے ابوداؤد اور ترمذی وغیرہ کی منقولہ روایات مراد لے کر جو موقف اختیار کیا ہے، وہ ایک غیر معروف مؤقف ہے۔ ائمہ حدیث کے نزدیک حسن سے یہ مراد نہیں جو بغوی نے بیان کیا ہے، دیگر یہ کہ ان کتب میں حسن اور غیر حسن رویات جمع ہیں) امام نووی م ۶۷۷ھ/۱۲۷۸ء نے بغوی پر اسی قسم کا اعتراض کیا ہے کہ سنن اربعہ میں صحیح حسن، ضعیف اور منکر روایات جمع ہیں (۳۸)

اسی طرح حافظ ابن کثیر م ۷۷۴ھ/۱۳۷۲ء نے اس کو امام بغوی کا تفرد بتایا ہے (۳۹)

محمد بن جعفر کتانی م ۱۳۴۵ھ/۱۹۲۶ء نے بھی امام بغوی کے اس تفرد کا ذکر کیا ہے (۴۰)

بلاشبہ یہ امام بغوی کا تفرد ہے اور صحیح و حسن کا یہ مفہوم ان کے علاوہ کسی اور محدث نے بیان نہیں کیا۔

ان تمام اقوال پر تجزیاتی نگاہ ڈالنے سے امام بغوی پر جو اعتراضات سامنے آتے ہیں ان کو حسب ذیل اجزاء میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

(الف) صحیح و حسن کی یہ تعریف کسی محدث نے نہیں کی۔ اصطلاح کا یہ مفہوم امام بغوی کی اختراع ہے۔

(ب) امام بخاری و مسلم نے جو روایات بھی جمع کی ہیں وہ سب صحیح ہیں لیکن ائمہ محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ انہوں نے تمام صحیح روایات کا احاطہ نہیں کیا۔ ابن صلاح امام بخاری و مسلم کا قول نقل کرتے ہیں:

" ماادخلت فی کتابی الاما صح و ترکت من الصحاح لحال الطول(بخاری)

(میں نے اپنی کتاب میں صرف صحیح روایات کو جمع کیا ہے اور بہت سی روایات کو حذف طوالت سے ترک کردیا ہے)

لیس کل شیئی عندی صحیح و ضعته ھھنا،انما وضعت ھھنا ما اجمعوا علیه(مسلم)"(۴۱)

(میں نے تمام صحیح روایات کو یہاں جمع نہیں کیا بلکہ صرف ان روایات کو جمع کیا ہے جن کی صحت پر ائمہ حدیث کا اجماع ہے)معلوم ہوا کہ بخاری و مسلم کے علاوہ بھی صحیح احادیث پائی جاتی ہیں اور سنن اربعہ میں ایسی روایات بکثرت نقل کی گئی ہیں۔

(ج) سنن اربعہ میں بعض ضعیف اور مجہول روایات بھی جمع کی گئی ہیں، انہیں حسن شمار کرنا صحیح نہیں۔

امام بغوی نے صحیح اور حسن سے کیا مراد لیا ہے اور کلام بغوی سے ان اشکالات کو کس طرح حل کیا جاسکتا ہے؟ اس تفصیل میں جانے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صحیح اور حسن کی تعریف بیان کردی جائے۔ صحیح کی تعریف ابن حجر نے ان الفاظ میں بیان کی ہے:(۴۲)

"بنقل عدل،تام الضبط،متصل السند،غیر معلل ولاشاذ ھوالصحیح لذاته"(۴۳)

(وہ روایت جو نقل عدل، کامل، حافظہ اتصال سند کے ساتھ، علت وشذوذ سے پاک ہو کر منقول ہو)

ابن حجر نے حسن کیلئے وہی شرائط ضروری قرار دی ہیں، جو صحیح کیلئے لازم ہیں سوائے قوت

حافظہ کے کہ اس میں نقصان حدیث کو صحیح سے نکال کر حسن کی تعریف میں داخل کردے گا۔(۴۴)

علامہ خطابی اور امام ترمذی کی حسن کی تعریف سے یہی مترشح ہوتا ہے جس کو ابن حجر نے بیان کیا ہے اگرچہ الفاظ مختلف ہیں۔(۴۵)

ان تعریفات کو مد نظر رکھتے ہوئے بغوی کے کلام پر غور کیا جائے تو مذکورہ تمام اشکالات رفع ہوجاتے ہیں۔

اپنی کتاب میں موجود روایات کی نوعیت لکھتے ہوئے بغوی فرماتے ہیں:

"قاری کو اس کتاب کے ہر باب میں دو قسم کی احادیث نظر آئیں گی صحاح اور حسان۔ صحاح سے مردوہ روایات ہیں جو امام بخاری و مسلم دونوں نے یا دونوں میں سے کسی ایک نے اپنی کتاب میں نقل کی ہیں اور حسان سے مراد جنہیں امام ابوداؤد، ترمذی وغیرہ نے اپنی کتب میں تخریج کیا ہے۔ان میں سے اکثر روایات نقل عدل کی بنا پر صحیح بھی ہوتی ہیں لیکن اپنے مرتبہ اور صحت میں وہ بخاری و مسلم کی شرط پر پوری نہیں اترتیں اور ان میں حسن کی شرائط نسبتاً زیادہ پائی جاتی ہیں جو روایات ضعیف ونادر ہیں ، ان کی صراحت کردی گئی اور مجہول ومنکر روایات سے احتراز کیا گیا۔"(۴۶)

اپنے اس کلام کی مزید وضاحت کتاب المناسک کے اخیر میں کی ہے جہاں اصل کتاب کی پہلی جلد اختتام کو پہنچتی ہے۔ امام بغوی صحاح سے کیا مراد لیتے ہیں؟اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"فالصحاح منها ما اور ده الشیخان محمد البخاری ومسلم فی کتابیهما الصحیحین وشرطهما مراعاة الدرجة العلیا فی الصحة وهو ان یکون الحدیث یرویه الصحابی المشهور بالروایة عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ولذالک الراوی الصحابی ثقتان من التابعین ثم یرویه التابعی المشهور براویة عن الصحابه ، وله روایان من اتباع التابعین، ثم یرویه عنه من اتباع التابعین الحافظ المتقن المشهور وله رواة من الطبقة الرابعة"(۴۷)

(پس صحاح سے مراد وہ احادیث ہیں جن کو امام بخاری و مسلم نے اپنی صحیح کتابوں میں نقل کیا ہے اور ان دونوں ائمہ کی شرائط صحت میں انتہائی اعلی درجہ کی رعایت رکھتی ہیں اور وہ یہ کہ ایک مشہور صحابیؓ نبی کریم ﷺ سے حدیث نقل کریں اور ان صحابی کے کم از کم دو ثقہ

تابعی شاگرد ہوں، پھر یہ مشہور تابعی اس روایت کو اس طرح صحابی سے نقل کریں اور کم از کم دو ثقہ تبع تابعی ان کا سماع کریں پھر ان مشہور تبع تابعی سے کوئی مشہور، صاحب حافظہ اور متقی راوی اس حدیث کو نقل کرے اور پھر چوتھے طبقہ میں راویوں کی ایک بڑی جماعت اس روایت کو نقل کرنے والی ہو)

یعنی صحیح رواویت وہ ہے کہ جسے صحابہ کے بعد سے چوتھے طبقہ تک کم از کم دو دو ثقہ راوی نقل کر رہے ہوں۔ اور چوتھے طبقہ میں اس روایت کو نقل کرنے والی ثقہ ورواہ کی ایک جماعت ہو یعنی صحیح کی تعریف میں جو شرائط ذکر کی گئی ہیں، ان تمام کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ حسن روایات سے اپنی مراد کی وضاحت کرتے ہوئے بغوی فرماتے ہیں:

"واردت بالحسان مالم يخرجاهافى كتابهماوخرجهاغيرهمامن الائمة مثل ابى داؤدالجستانى وابى عيسى الترمذى والنسائى،ثم منها مايكون صحيحاً بنقل العدل عن العدل الى الصحابى،ولكن لايكون للصحابى الا راو واحد بنقل العدل الى العدل و الى التابعى،ولايكون للتابعى الا راو واحد ولم ينكر البخارى ومسلم ان يكون فيما لم يخرجاه من الاحاديث صحيح .فانه روى عن البخارى انه قال "احفظ مالة الف حديث صحيح ومائتى الف غير صحيح"وعن ابن حنبل رضى الله عنه انه قال" صح عن النبى صلى اللهعليه وسلم سبعمائة الف حديث وكسر"الاان طريق مالم يخرجه الشيخان لايكون ك طريق مااخرجاه فئ علو الدراجة"(۴۸)

(اور حسان سے میری مراد وہ روایات ہیں جنہیں بخاری و مسلم نے اپنی کتب میں تخریج نہیں کیالیکن ان روایات کو ابوداؤد، ترمذی اور نسائی وغیرہ نے نقل کیا ہے۔ پھر ان روایات میں سے بعض ایسی بھی روایات ہیں جو صحیح ہیں اور صحابی راوی تک نقل عدل کے ساتھ منقول ہیں۔ لیکن صحابی سے روایت کرنے والے ایک ہی تبع تابعی ہوں اور اس بات سے امام بخاری و مسلم نے یہ نہیں کیا ہے کہ جو روایت انہوں نے تخریج نہیں کی، وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ امام بخاری سے منقول ہے کہ "مجھے ایک لاکھ صحیح حدیثیں اور دو لاکھ غیر صحیح حدیثیں حفظ ہیں" اسی طرح احمد بن حنبل سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ سے سات لاکھ صحیح احادیث منقول ہیں" البتہ جس سند سے امام بخاری و مسلم نے حدیث تخریج نہیں کی وہ سند مرتبہ کے اعتبار سے اس سند کے برابر نہیں ہو سکتی جس سے ان دونوں نے حدیث تخریج کی ہے)

معلوم ہوا کہ امام بغوی کے نزدیک حسن روایات کیلئے بھی وہی شرائط ضروری ہیں جو صحیح کے لئے ہیں البتہ نقل کرنے والے ہر طبقہ میں ایک ایک راوی ہوں یعنی وہ صحیح کے مرتبہ سے کچھ کم ہوں۔لہذا وہ حسن شمار ہوگی۔اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ سنن اربعہ میں صحیح روایات بھی ہیں، بغوی کا موقف یہ ہے کہ وہ صحیح کے اعلی درجہ پر فائز نہیں ہیں کیونکہ انہیں بخاری و مسلم نے تخریج نہیں کیا اور صحیح کے درجات کی یہ تقسیم انہوں نے امام مسلم سے متاثر ہوکر کی ہے کہ بقول بغوی امام مسلم نے صحیح روایات درجہ کے اعتبار تین اقسام میں تخریج کی ہیں۔ ان توضیحات سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی کہ صحاح سے مراد بخاری و مسلم کی روایات اور حسن سے مراد ائمہ اربعہ کی روایات ہیں۔انہوں نے اپنی کتاب مصابیح السنہ میں صحاح روایات صرف بخاری و مسلم سے لی ہیں اور ائمہ اربعہ سے صرف حسن روایات کو نقل کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ معمول صرف مصابیح میں نظر آتا ہے،دیگر کتب میں بغوی نے یہ موقف اختیار نہیں کیا ہے۔ لہذا صحیح و حسن کی تعریف کے سلسلہ میں اس طریقہ کو امام بغوی کی اختراع کہنا صحیح نہیں کیونکہ بغوی نے صحیح و حسن کی جو تعریفات کی ہیں ان کی تائید خطابی، ترمذی اور نووی کے کلام سے ہوتی ہے۔ اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ابن حجر نے حسن کی تعریف امام بغوی کی تعریف سے متاثر ہوکر ہی کی ہے کیونکہ ابن حجر کے نزدیک مراتب حدیث میں صحیح لذاتہ کے بعد حسن لذاتہ کا مرتبہ ہے جب کہ جمہور محدثین کے نزدیک صحیح لذاتہ کے بعد صحیح لغیرہ کا درجہ ہے۔

اعتراض کا دوسرا جزو یہ ہے کہ ائمہ اربعہ نے اپنی سنن میں صحیح روایات بھی نقل کی ہیں اس کا جواب بغوی کے کلام سے دو طرح مترشح ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ بغوی نے ائمہ اربعہ سے صرف حسن روایات تخریج کی ہیں اور دوسرے یہ کہ بخاری و مسلم کا کسی صحیح حدیث کو تخریج نہ کرنا اس کو صحت کے اعلی درجہ سے محروم کردیتا ہے۔اعتراض کے تیسرے حصہ کے مطابق ائمہ اربعہ نے بعض ضعیف و مجہول روایات بھی نقل کی ہیں انہیں حسن میں شمار کرنا درست نہیں اس اشکال کو امام بغوی نے یہ کہہ کر کہ مجہول و موضوع روایات سے احتراز کیا گیا ہے رفع کردیا اور جہاں کہیں ضعیف و نادر روایات نقل کی گئی ہیں، ان کی صراحت کر دی گئی ہے۔ امام قزوینی ۷۵۰ھ/ ۱۳۴۹ء نے مصابیح کی ۱۸ احادیث کو موضوع قرار دیا ہے اور ابن حجر نے امام قزوینی کے اس اعتراض کے جواب میں ایک رسالہ تحریر کیا ہے ان

تمام احادیث کے متعلق فراداً فرداً امام ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور ابن قدامہ جیسے کبار محدثین کے اقوال نقل کیے ہیں اور ثابت کیا ہے کہ ان ۱۸ احادیث میں سے کسی پر بھی موضوع کی تعریف صادق نہیں آتی(۴۹)

براکلمان نے مصابیح کے تعارف میں لکھا ہے:

(الف) مصابیح کی بنیادواساس حدیث کی سات امہات کتب پر ہے۔

(ب) مصابیح کے ہر باب کو تین اجزاء میں تقسیم کیا گیا ہے۔ صحیح، حسن اور ضعیف وغریب۔(حالانکہ مؤلف نے باب کو دو اجزاء میں تقسیم کیا ہے۔ یعنی صحاح اور حسان میں جیسا کہ گزشتہ تفصیل سے واضح ہوا(۵۰)

بروکلمان نے مصابیح کے متعدد مخطوطات کاذکر کیا ہے(۵۱)مخطوطات کی کثیر تعداد سے ہی کتاب کی مقبولیت اور اھل علم کے نزدیک اس کے ثقہ ہونے کا اندازہ ہوتا ہے۔ مزید براں حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں اور براکلمان نے تاریخ الادب العربی میں اس کی شروح پر مفصل بحث کی ہے۔ براکلمان نے اس کی ۱۹ شروح و مختصرات کا جائزہ لیا ہے۔(۵۲)حاجی خلیفہ کے مطابق اس کی اولین شرح "الازھار" کے نام سے لکھی گئی، محمد بن محمد ابوالحسن الخاورانی م ۵۷۱ھ/۱۱۷۵ء نے التلویح فی شرح المصابیح کے نام سے، شہاب الدین تورپشتی م ۶۰۰ھ/۱۲۰۳ء نے "المسیر" کے نام سے اور قاضی بیضاوی م ۶۸۵ھ/۱۲۸۶ء نے اس کی شرح مرتب کی(۵۳)اس سے اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ اس زمانے میں جب کہ ذرائع ابلاغ واشاعت اس قدر تیز رفتار نہ تھے، ایک سو سال میں اس کی کئی شروح تیار ہو چکی تھیں۔

آٹھویں صدی ھجری میں اس کتاب کی بے پناہ مقبولیت کے پیش نظر ولی الدین ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب م ۷۴۸ھ/۱۳۴۷ء نے اس میں کچھ اضافہ جات کیے۔راوی صحابی کا نام ذکر کیا، جس کتاب سے حدیث کو نقل کیا گیا ہے، اس کا حوالہ دیا اور تیسری فصل کا اضافہ کیا۔ خطیب ک یہ کتاب جو "مشکواۃ المصابیح" کے نام سے معروف ہے۔رمضان ۷۳۷ھ/۱۳۳۶ء میں جمعہ کے روز مکمل ہوئی(۵۴)

مشکواۃ المصابیح اھل علم کے درمیان کس قدر مقبولیت کی حامل ہے اور اس کی شروح کس قدر متعارف ہیں، یہ ایک مستقل مقالہ کا موضوع ہے۔

غرضیکہ مجموعہائے حدیث میں مصابیح السنہ ایک امتیازی شان اور ایک اعلیٰ مقام کی حامل ہے اور زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق سنت محمدی اور اقوال نبوی کی طرف ایک بہترین راہنما ہے اور اگر اس کو حدیث کا الموسوعۃ الصغیرۃ (دائرۃ معارف حدیث خورد) کہہ دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ ایک عرصہ سے مصابیح کا اصل نسخہ نایاب تھا، اب دار المعرفہ بیروت نے اسے یوسف عبدالرحمن المرعشلی، محمد سلیم ابراھیم سمارہ اور جمال حمدی الذھبی کی تعلیقات، تحقیق وحواشی کے ساتھ شائع کیا ہے جو ۴ جلدوں پر مشتمل ہے۔ ان تینوں حضرات نے اگرچہ بڑی عرق ریزی سے اس کتاب کی تحقیق وتدوین کی ہے لیکن اب بھی کچھ چیزیں توجہ طلب ہیں۔ مثلاً کتاب کا زمانہ تالیف متعین طور پر ذکر نہیں کیا گیا اور اگرچہ تمام احادیث کی ترقیم (نمبر شماری) کردی گئی ہے لیکن مکررات کی کوئی وضاحت نہیں کی گئی۔ طباعت کی بھی کچھ غلطیاں موجود ہیں۔ امید ہے کہ نقش ثانی میں ان امور پر توجہ دی جائے گی۔ کتاب مشکوٰۃ المصابیح کے متعدد نسخے ہمارے ہاں مقبول عام ہیں۔ المکتب الاسلامی بیروت نے اس کا ایک نسخہ محمد ناصرالدین البانی کی تحقیق وتدوین کے ساتھ شائع کیا ہے جو تین جلدوں پر مشتمل ہے۔ لبانی کا خدمات حدیث میں مقام محتاج وضاحت نہیں۔ ان کی تدوین کے ساتھ حدیث کی متعدد کتب شائع ہوچکی ہیں۔ مصابیح السنہ کے اس مقام کی وضاحت اور تعارف کے بعد بغوی کی کتاب شرح السنہ پر اختصار کے ساتھ بحث کی جائے گی۔

شرح السنۃ

امام بغوی کی سوانح زندگی میں یہ بات واضح کی جاچکی ہے کہ بغوی بیک وقت تفسیر، حدیث اور فقہ کے شہسوار ہیں۔ حدیث میں ان کا بلند مقام ان کی کتاب مصابیح اور تفسیر میں ان کی جلیل القدر شان معالم التنزیل سے واضح ہوتی ہے۔ لیکن ایک کتاب انہوں نے ایسی مرتب کی جو بیک وقت ان کے علم حدیث پر عبور، مضامین واحکام قرآنی کے گہرے علم، دین میں تفقہ وائمہ فقہاء کی آراء پر دسترس پر دلالت کرتی ہے۔ ان کی یہ کتاب علماء وطلباء میں شرح السنۃ کے نام سے معروف ہے۔

امام بغوی جس دور سے تعلق رکھتے ہیں اس میں قرآن وسنت کی عظمت کا اجاگر کرنا اور بدعات کے خلاف جہاد کرنا، وقت کا عظیم تقاضا تھا، جیسا کہ تعارف مصابیح کے ضمن میں

اس کی تفصیلات بیان کی جاچکی ہیں۔ بغوی نے جہاں ایک جانب مصابیح کی تالیف سے اس تقاضہ کو پورا کیا، وہاں شرح السنہ بھی اس کی ایک کڑی معلوم ہوتی ہے۔ مصابیح اور شرح السنہ میں فرق یہ ہے کہ مصابیح میں عنوانات قائم کر کے احادیث کو صرف جمع کیا گیا ہے لیکن شرح السنہ میں جیسا کہ اس کے نام سے واضح ہے اس کی مختصر تشریح بھی کی گئی ہے اور اس سے متفرع ہونے والے مسائل واحکام پر بھی بحث کی گئی ہے۔

اسلوب کتاب

بغوی کی اس کتاب کی ترتیب میں بخاری کی تربیت کا رنگ نمایاں نظر آتا ہے۔ بعض ابواب کے الفاظ بخاری ہی کے ہیں۔ کتاب کی تقسیم صحاح ستہ کی طرح کتاب اور باب پر مشتمل ہے۔ کتاب کے تحت ابواب قائم کئے گئے ہیں اور ابواب میں احادیث تخریج کی جاتی ہیں۔ البتہ ابواب کو فصول میں تقسیم نہیں کیا گیا اور نہ ہی صحاح وحسان کی تقسیم اس کتاب میں ملحوظ رکھی گئی ہے۔

خصوصیات کتاب

۱۔ امام بغوی نے اس کتاب میں صحاح، مسانید، سنن، معاجم اور اجزاء (۵۵) میں جس قدر بھی احادیث تخریج کی گئی ہیں ان کو یکجا کردیا تاکہ علم حدیث کا ایک جامع مرجع قاری حدیث کو میسر آجائے۔ چنانچہ بغوی نے عقائد و اصول، علم وعبادات، معاملات ومعاشرت، دلائل نبوت و بدع وحی، سیر ومغازی، مناقب وشان بعثت، اخبار قیامت و شفاعت، صفت نار و جنت، تفسیر وفضائل قرآن، زھد ورقاق، اور آداب واخلاق سے متعلق ایک مستند مجموعہ حدیث تیار کیا ہے جو امت محمدیہ کیلئے ایک عظیم رھنما کی حیثیت رکھتا ہے۔

۲۔ ہر کتاب اور بعض ابواب کی ابتداء میں موضوع سے متعلق آیات کو جمع کیا گیا ہے اور ان آیات کی تفسیر و توضیح میں صحابہ کرامؓ اور تابعین عظام کے اقوال نقل کئے گئے ہیں۔

۳۔ حدیث امام بغوی اپنی سند متصل سے بیان کرتے ہیں اور پھر صحاح ستہ میں سے جس نے اس حدیث کو انھی الفاظ یا اس کے مشابہ الفاظ میں نقل کیا ہے، اس مؤلف کا حوالہ دیتے ہیں۔ اور کیونکہ سند مکمل موجود ہوتی ہے۔ اس لئے الفاظ کا یہ فرق محدثین کے نزدیک

قابل اشکال نہیں ہوتا۔

۴۔ اگر حدیث بخاری یا مسلم سے نہ ہو تو اس کی صحت وضعف میں امام ترمذی کی رائے کی پیروی کی گئی ہے اور اس حدیث کے بارے میں ان کی رائے کو نقل بھی کر دیا گیا ہے۔

۵۔ عام طور پر کتاب میں اس بات کا انتظام کیا گیا ہے کہ صرف صحیح حدیث نقل کی جائے لیکن بعض اوقات تائید وتاکید کیلئے یا صحیح حدیث کے کسی جملے یا لفظ کی وضاحت کیلئے یا اس باب میں کسی صحیح حدیث کے نہ ہونے کی صورت میں ضعیف حدیث کو نقل کیا گیا ہے۔

۶۔ حدیث کو نقل کرنے کے بعد اس کے بعض الفاظ کی وضاحت کی گئی ہے۔ علوم حدیث سے بحث، رواۃ کے حالات کا بیان، اس سے مختلف نظر آنے والی احادیث اور حدیث زیر بحث میں تطبیق، حدیث کو باب زیر بحث میں لانے کی وجہ کا بیان اور پھر فقہی مسائل کی وضاحت یہ امام بغوی کا اس کتاب میں طریقہ تدوین ہے۔

۷۔ صحابہ وتابعین اور ائمہ مجتہدین کی آراء نقل کرتے ہیں ان کے دلائل پر بحث کرتے ہیں اور بعض مقامات پر کسی ایک رائے کو ترجیح دیتے ہیں۔ دلائل کے اس بیان اور آراء کی ترجیح میں انتہائی عدل وانصاف سے کام لیتے ہیں اور کسی بھی مرحلے پر خلاف رائے رکھنے والے کو طعن وتشنیع کا نشانہ نہیں بناتے۔

۸۔ مقلوب، موضوع، مجہول روایات اور ایسی روایات جن کے ترک پر ائمہ محدثین کا اتفاق ہے، کو نقل کرنے سے احتراز کیا گیا ہے۔

۹۔ حدیث کے روائتی اور درائتی دونوں پہلوؤں پر جامع بحث کی گئی ہے۔

۱۰۔ حدیث کے متن اور اس کی سند پر نقد وجرح کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔ اور طالبان علم حدیث کو یہ سمجھانے کی اچھی کوشش کی گئی ہے کہ حدیث صحیح اور غیر صحیح میں امتیاز کیسے کیا جا سکتا ہے۔

غرضیکہ ۴۴۲۲ احادیث پر مشتمل یہ مجموعہ علوم الحدیث، فوائد حدیث، حل مشکلات حدیث، غرائب حدیث کی وضاحت احکام حدیث کے بیان، مسائل احکام حدیث کی تفصیل کیلئے ایک بہترین مجموعہ ہے۔ کتاب کی افادیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ

اس کا سب سے پہلا اختصار صفی الدین محمود ابن ابی بکر نے مرتب کیا جن کا سن وفات ۷۲۳ھ/۱۳۲۳ء یا ۶۸۲ھ/۱۲۸۳ء ہے۔ اس کتاب کو المکتب الاسلامی بیروت نے ۱۹۸۳ء میں شعیب الارناؤوط اور محمد زھیر الشاویش کی تدوین و تحقیق کے ساتھ ۱۶ جلدوں میں شائع کیا ہے(۵۶)

امام بغوی کی یہ دونوں کتابیں آسمان حدیث کے عظیم ستارے ہیں اور ان کے یہی دو کارنامے رہتی دنیا تک کیلئے ان کو محی السنتہ کے مبارک لقب سے سرفراز کر گئے۔

حواله جات

۱. بخاری،ابوداؤد،سلیمان بن اشعث،کتاب السنن(۱۹۰۵)ج:۲:ص۴۶۲ باب صفة حجة النبیؐ(۵۷)کتاب المناسک

۲. دینوری،ابوحنفه،الاخبار الطوال، مصر،ص۳۵۷،۳۶۴ بحواله صدیقی،محمدمیاں،امام مالک بن انس اور ان کی کتاب الموطا،فکرنظرجولائی ۱۹۸۹ء ص:۲۴

۳. یاقوت،ابوعبدالله الحموی،معجم البلدان،بیروت،دارالکتاب ج:۱،ص:۶۸.۴۶۷

۴. ابن تغری بردی، النجوم الزهراه ج۵ ص۲۲۳. یاقوت ، معجم البلدان، ج ۱ ص۴۶۸

۵. آپ کے اساتذہ کی تفصیلات کیلئے دیکھیے،

(الف) الذهبی،ابوعبد الله شمس الدین محمد، سیراعلام النبلام ج۱۹،ص.۴۴۰

(ب) الذهبی،ابوعبدالله،تذکره الحفاظ(۱۰۶۲)بیروت،دارالفکر ج۴ ص۱۲۵۷

(ج) سبکی،عبدالوهاب بن تقی الدین،طبقات الشافعیه الکبری،بیروت،دارالمعرفة ج۴ ص۲۱۴

(د) داؤدی،شمس الدین محمد بن علی بن احمد، طبقات المفسرین،بیروت،دارالکتب ۱۹۸۳ء

(ھ) بغوی،ابومحمد حسین بن مسعود،مصابیح السنة ، مقدمة المحقق جلد ۱ص۳۷

۶. سبکی، کتاب مذکور ج۴ ص۲۱۴
۷. سیوطی،جلال الدین طبقات المفسرین ص۳۸
۸. ذہبی سیراعلام ج۱۹ص۴۳۹
۹. بغوی مصابیح ، مقدمۃ الحقق ج۱ ص۴۳تا ۴۷
۱۰. براکلمان کارل تاریخ الادب العربی،عربی ترجمہ مترجم عبد الحلیم النجار،قاہرہ،دارالمعرف ۱۹۷۷ء ج۶ ص۲۳۴
۱۱. ابن خلکان . وفیات الاعیان ج۲ ص۹۳۶
۱۲. ابن کثیر، اسماعیل ابن عمر الدمشقی المختصر فی اخبار البشر ج۲ ص۲۲۹
۱۳. خطیب تبریزی،محمد بن عبداللہ،مشکواۃ المصابیح،کراچی،قدیمی کتب خانہ ص۱۰
۱۴.(الف)ذہبی سیراعلام ج۱۹ص۴۴۰
(ب) تذکرۃ الحفاظ ج۴ ص۱۲۵۷
۱۵. صفدی. الوافی بالوقیات ج۱۳ ص۶۳
۱۶ السبکی طبقات الشافیہ ج۴ص۲۱۴
۱۷. ابن کثیر،اسماعیل ابن عمر الدمشقی، البدائیہ والنہایۃ،لاہور،مکتبہ القدوسیہ ج۱۲ ص۲۰۶
۱۸. سیوطی،جلال الدین،طبقات الحفاظ ص۴۵۷
طبقات المفسرین ص۳۸
۱۹. حاجی خلیفہ،مصطفی بن عبد اللہ، کشف الظنون عن اسامے الکتب والفنون،بیروت مکتبۃ مثنی،عمود۱۶۹۸ء جلد۲ ذیل مصابیح
۲۰. الطحان،محمود الدکتور،تیسیر مصطلح الدیث ، بیروت،دارالقرآن الکریم۱۹۷۹ء ص۱۶۸، ۶۹
۲۱. ابن کثیر،اسماعیل بن عمر الدمشقی البدائیہ والنہایہ،لاہور ج۱۲ص۱۳۴
۲۲. ابن کثیر،اسماعیل بن عمر الدمشقی البدائیہ والنہایہ،لاہور ج۱۲ص۱۳۵
۲۳. ابن کثیر،اسماعیل بن عمر الدمشقی البدائیہ والنہایہ،لاہور ج۱۲ص۱۳۶

۲۴. ابن کثیر،اسماعیل بن عمر الدمشقی البدائیه والنهایه،لاهور ج۱۲ص۱۵۴
۲۵. حاجی خلیفه،کشف الظنون عمود ۱۶۹۸ج۲
۲۶. بغوی،ابومحمد لحسین بن مسعود،مصابیح السنه،بیروت ،دارالمعرفه ۱۹۸۷تحقیق وتدوین یوسف عبدالرحمن المرعشلی،الدکتورودیگرج۲ ص۲۳۳
۲۷. خطیب،محمد بن عبد الله التبریزی،مشکواة المصابیح،تحقیق محمد ناصرالدین البالبانی،بیروت،المکتبة الاسلامی،۱۹۸۵ج۳ ص۱۷۷۱
۲۸. ملاعلی قاریعلی بن سلطان محمد مرقاة المقاتیح شرح مشکواه المصابیح(مقدمه البضاعةالمزجاة لمن بطالع المرقاة فی شرح المشکواة عبد الحلیمچشتی)ملتان،مکتبه امدادیه ج۱ ص۶۱
۲۹. سرکیس،یوسف البان،معجم المطبوعات العربیه،والمعربة مصر مطبع سرکیس۱۹۲۸ء عمود۵۷۳
۳۰. ملا علی قاری،مرقاة ج۱ ص۱۰

۳۱. براکلمان ، تاریخ الادب العربی،ج۶ ص۲۳۵
۳۲. بغوی،مصابیح ج۱ ص۱۰۹
۳۳. ایضاً ج۱ ص۸۷تا۹۶
۳۴. بغوی ج۱ ص۱۰۹
۳۵. بغوی ج۱ ص۱۷۷ حدیث ۱۸۴
۳۶. ابن ماجه،محمد بن یزید القزوینی،سنن،بیروت داراحیا ء،۱۹۷۵ء ج۱ ص۲۰ حدیث ۵۳ دارمی ابومحمد،سنن الدارمی،ملتان،نشرسنةج ۱ ص۵۳حدیث۶۱
۳۷. ابن الصلاح، ابو عمر و عثمان بن عبدالرحمن علوم الحدیث،بیروت،دارالفکر،تحقیق و تدوین نورالدین عترص۳۷
۳۸. نووی،یحیی بن شرف،تقریب النواوی مع شرح تدریب، سیوطی،بیروت داراحیاء السنة النبویة ۱۱ ۱۹۷۹ء ج۱ ص۱۶۵
۳۹. ابن کثیر الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث،بیروت دارالکتب. تحقیق،احمد محمدشاکر،ص۴۳
۴۰. کتانی،محمد بن جعفر،الرسالة المستطرفة،کراچی،أصعالمطابع ۱۹۶۰ ص۱۴۵

۴۱. ابن الصلاح، کتاب مذکور ص۱۹، ۲۰
۴۲. صحیح کی متعدد تعریفات نقل کی گئی ہیں. اصولیین کے نزدیک ابن حجر کی تعریف راجح ہے . اس لئے اس کو یہاں نقل کیاگیاہے .
۴۳. ابن حجر،احمد بن علی العسقلانی،شرح نخبة الفکر،کوئٹہ،مکتبہ الاسلامیہ،ص۵۱
۴۴. ابن حجر،احمد بن علی العسقلانی،شرح نخبة الفکر،کوئٹہ،مکتبہ الاسلامیہ،ص۷۰،۷۱
۴۵. ترمذی،محمد عیسی،جامع الترمذی،ملتان،نشرالسنة ج۲ ص۳۹۹،۴۰۰
کتاب العلل نووی، یحیی بن شرف ، شرح مسلم
امام نووی نے خطابی کی تعریف کو راجم قراردیاہے .
۴۶. بغوی،مصابیح ج۱ ص۵۷،۵۸ مقدمہ
۴۷. بغوی،کتاب مذکور ج۲ ص۲۰۵ آخر کتاب المناسک
۴۸. بغوی،کتاب مذکور ج۲ ص۲۰۵ آخر کتاب المناسک
۴۹. امام قزوینی کا یہ اعتراض اور ابن حجر کا جواب مصابیح کے محقق نسخے کی ابتداء میں شامل ہے .دیکھیے مصابیح ج۱ ص۷۸تا۹۶

۵۰. برکلمان،تاریخ الادب العربی ج۶ص۲۳۵
۵۱. برکلمان،تاریخ الادب العربی ج۶ص۲۳۵
۵۲. برکلمان،تاریخ الادب العربی ج۶ص۲۳۵تا۲۳۸
۵۳. حاجی خلیفہ ، کشف الظنون عمود ۱۶۹۸
۵۴. حاجی خلیفہ ، کشف الظنون عمود ۱۶۹۹.۱۷۰۰
۵۵. علم حدیث پر تصانیف کی ان انواع پر تفصیلی بحث گزشتہ اوراق میں کی جاچکی ہے .
۵۶. شرح السنہ کے متعلق تفصیلات کیلئے دیکھیے
(الف) حاجی خلیفہ ،کشف الظنون عمود ۱۰۴۰
(ب)شرح السنہ ج۱ ص۳ تا ۹